اطالیہ میں اُردو

ڈاکٹر مرزا حامد بیگ

مقتدرہ قومی زبان ٥ اسلام آباد

۱۹۸۹ء

اطالیہ میں اردو

ڈاکٹر مرزا حامد بیگ

مقتدرہ قومی زبان ○ اسلام آباد

۱۹۸۹ء

پمفلٹ نمبر ۹۲

طبع اوّل ——— ۱۹۸۹ء

فنی تدوین ——— ڈاکٹر انعام الحق جاوید

طابع ——— آغا جی پرنٹرز اسلام آباد۔

ناشر ——— ڈاکٹر جمیل جالبی
(صدر نشین)

مقتدرہ قومی زبان ۱۶، ڈی (مغربی)
بلیو ایریا ایف ۶/۱، اسلام آباد۔

پیش لفظ

بیرونِ پاکستان اُردو کی صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے کتابچوں کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا تھا جس کے تحت قطر، کویت، جاپان، ترکی، چین اور مصر میں اُردو کے نام سے کتابچے شائع کیے جا چکے ہیں۔ زیرِ نظر کتابچے میں اطالیہ میں اُردو کی پیش رفت کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں جس سے دیارِ غیر میں اُردو کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یہ بھی پتا چلتا ہے کہ تعلیمی اور ادبی سطح پر اُردو زبان اطالیہ میں کیا مقام حاصل کر رہی ہے۔ وہاں کون کون سے افراد اور ادارے اُردو کے لیے کام کر رہے ہیں۔ کتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور اُردو سے اطالوی زبان اور اطالوی سے اُردو میں ہونے والے تراجم کی نوعیت کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کتابچہ ایک ملک کے حوالے سے اُردو کے سلسلے میں ہونے والے کام کا جائزہ لینے والے محققین اور عام قارئین کے لیے استفادے کا موجب ہوگا۔

——— ڈاکٹر جمیل جالبی

تہذیبی قدامت کے اعتبار سے اطالیہ کا مقابلہ دنیا کے صرف دو ایک ممالک خصوصاً مصر اور دمشق ہی کر سکتے ہیں۔ تمدنی امارت اور تاریخی تسلسل کے اعتبار سے مغرب کا کوئی ملک اطالیہ کا مدمقابل نہیں۔

اطالیہ یورپ کا تہذیبی باپ ہے جو گزشتہ کئی صدیوں سے مصوری اور مجسمہ سازی میں یورپ کی راہنمائی کر رہا ہے۔ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ جملہ یورپ کی طرز و اسلوب تعمیر کی بنیادیں اطالیہ کے تہذیبی رکھ رکھاؤ پر قائم ہیں۔ اطالوی تہذیب کا یہ رچاؤ مغربی اور مشرقی زبانوں کے مطالعے میں بھی اپنی پہچان کرواتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر الگزینڈر بوسانی کے مطابق نیپلز میں اردو زبان و ادب کی تعلیم کا آغاز ۱۸ ویں صدی میں ہوا۔ زبان و ادب کے مطالعے کا کام ہمارے ہاں کے بپٹسٹ مشن سیرام پور کے قائد پادری ولیم کیری کی طرح ۱۸ ویں صدی عیسوی میں اطالوی کیتھولک مشنری ماتیو ریپا (Matteo Ripa) نے نیپلز میں شروع کیا۔ رومن کیتھولک مشن کی تاریخ میں ریورنڈ ماتیو ریپا کی Chinese Seminary کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ آج اورینٹل یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ نیپلز Instituto Universitario Orientale کو زبان و ادب کے مطالعے میں جو بھی مقام حاصل ہے یہ سب ریورنڈ ماتیو ریپا کے رومن کیتھولک مشن کی عطا ہے۔ اس ادارے کی ابتدا ماتیو ریپا کی Chinese Seminary سے ہوئی۔

۷ اپریل سنہ ۱۷۳۲ء میں پوپ کلیمنٹ دوازدہم نے اس ادارے کو تسلیم کیا اور اس کی سرپرستی فرماتے ہوئے جنوبی اطالیہ میں اس کے لیے معقول جائیداد وقف کر دی۔ اس جائیداد میں آنے والے دیگر پاپاؤں نے اضافہ کیا، یہاں تک کہ یہ ادارہ مستحکم اور خود کفیل ہو گیا۔ اپنی قدامت کے اعتبار سے اور مشغل

یونی ورسٹی انسٹی ٹیوٹ نیپلز (اطالیہ) علوم مشرقیہ کی تعلیم کے لیے غالباً یورپ کا قدیم ترین علمی ادارہ ہے۔ ریورنڈ[1] ماتیو ریپا کے قائم کردہ اس قدیمی ادارے کو ماضی میں مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے۔ ۱۸۶۸ء میں اس کا نام "ایشیائی علوم کا شاہی مدرسہ" Real Collegio Asiatico تھا۔ ۱۸۸۸ء میں اورینٹل انسٹی ٹیوٹ Institu Orientale اور ۱۹۲۵ء میں اورینٹل انسٹی ٹیوٹ عالیہ Institu Superiore Orientale کے نام سے پکارا گیا۔ ۱۹۳۷ء میں اس ادارے کو جب یونی ورسٹی کا درجہ ملا تب سے اورینٹل یونی ورسٹی Instituto Universitario Orientale کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۹۵۷ء تک اس ادارے کا انتظام و انصرام ریورنڈ ماتیو ریپا کی Chinese Seminary کے تحت رومن کیتھولک مشن کے پاس تھا لیکن اسی سال ایک قانون کے ذریعے اطالوی حکومت نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔ "ماتیو ریپا لائبریری" اس ادارے کے بانی کا نام ہمیشہ زندہ رکھے گی۔ ۱۸۸۸ء سے قبل یہ ادارہ صرف چین کی تہذیبی شناخت اور زبان و ادب کی تعلیمات کے لیے مختص تھا لیکن اسی سال اس ادارے کے نصاب میں دیگر مشرقی ممالک کے تہذیبی مطالعے اور زبان و ادب کو شامل کرنے سے اردو زبان بھی شامل نصاب ہوگئی۔ ۱۸۸۸ء میں ہی اردو زبان کے پروفیسر ہونے کا اعزاز کامیلو تاگلیا بوئے Camillo tagliabue کو حاصل ہے۔ مشہور فرانسیسی مستشرق گارسیں دتاسی نے اپنے لیکچرز میں پروفیسر موصوف کا ذکر کیا ہے۔

پروفیسر کامیلو تاگلیا بوئے کا عظیم کارنامہ اطالوی زبان میں لکھی ہوئی "ہندوستانی اردو زبان کی گرامر" Grammatica Della Lingua Indostana O Urdu ہے۔ یہ گرامر دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اوّل ۲۵۸ صفحات اور جلد دوم کے ۲۹۰ صفحات ہیں۔ کتاب کی دونوں جلدیں بیک وقت ۱۸۹۲ء میں روم سے شائع ہوئیں۔ یاد رہے کہ اس گرامر میں ہندوستانی مصنفین کی ادبی خدمات سے متعلق ایک مختصر مضمون بھی شامل تھا۔

پروفیسر کامیلو تاگلیا بوئے کی وفات کے بعد دوسری جنگ عظیم کے دوران پروفیسر اجیت سنگھ

---

[1] تقدس پناہ / راہب مقدس۔

یہاں اردو پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۵ء میں مشہور عالم مستشرق، پروفیسر ڈاکٹر الگزینڈر بوسانی نے اس عہدے کا چارج سنبھالا تب سے اس ادارے میں "شعبۂ اردو و ہندی" قائم ہے۔ ڈاکٹر بوسانی نے بطور صدر شعبہ نومبر ۱۹۷۳ء تک تدریسی فرائض انجام دیے اس وقت تک شعبہ فارسی بھی قائم ہو چکا تھا اور ڈاکٹر بوسانی دونوں شعبوں کے سربراہ تھے۔

شعبہ اردو و ہندی میں ڈاکٹر بوسانی کے علاوہ جنوری ۱۹۶۰ء میں ڈاکٹر اقتدا حسن بطور لیکچرر مقرر ہوئے اور نومبر ۱۹۶۳ء میں انھیں اردو اور ہندی کا پروفیسر بنا دیا گیا۔ ڈاکٹر اقتدا حسن کا تعلق پاکستان سے ہے وہ ۱۹۸۰ء سے قبل ریٹائر ہو کر لاہور (پاکستان) آ چکے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے دیوانِ جرأت کی پہلی جلد اطالیہ سے شائع کروائی تھی۔ ڈاکٹر اقتدا حسن کی جگہ بطور پروفیسر ڈاکٹر رحیم رضا کا تقرر عمل میں آیا آپ کا تعلق یوں تو کلکتہ سے ہے لیکن وہ پاکستان سے پہلے ایران گئے اور اس کے بعد ڈاکٹر بوسانی انھیں اطالیہ لے گئے۔ ڈاکٹر رحیم رضا نے تہران (ایران) سے فارسی میں پی ایچ۔ڈی کی ڈگری لی۔ تہران یونیورسٹی میں تدریس کا آغاز کیا اور اس کے بعد نیپلز (اطالیہ) پہنچے۔ تاحال صدر شعبہ اردو و ہندی ہیں۔ ڈاکٹر رحیم رضا لندن کے زبان و ادب سے متعلق تحقیقی اداروں سے بھی وابستہ ہیں۔ ان کے تحقیقی جائزے لندن کے مقتدر جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آج کل اردو اطالوی لغت پر کام کر رہے ہیں۔

۱۹۸۰ء میں پاکستانی پروفیسر ڈاکٹر ظہیر فتح پوری (مرحوم) بوجہ ڈاکٹر رحیم رضا کے شریک کار نہ بن سکے اور ہندی کے ایک بھارتی استاد کا تقرر عمل میں آیا۔ دسمبر ۱۹۸۳ء میں پاکستان کے معروف شاعر محمد اظہار الحق کو شعبہ اردو و ہندی میں رہنے کے استاد کی پیش کش ہوئی لیکن اظہار صاحب شدید اور طویل علالت کے باعث نہ جا سکے۔

اورینٹل یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ نیپلز (اطالیہ) میں پی ایچ۔ڈی کا نصاب چار سال کا ہے۔ بھارت اور پاکستان سے متعلق ڈاکٹریٹ کا نام Doctrate in Orientale Language and Civilization ہے۔ اس کے لیے ریسرچ اسکالرز کو صرف متعلقہ علاقوں کی زبان و ادب ہی نہیں تاریخ، ثقافت اور سیاسیات کا مطالعہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ ۱۹۶۹ء میں Basic Democracies System in Pakistan کے موضوع

پہنچنے گئے مقالے پر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری دی گئی۔

۱۹۲۱ء میں روم کے مشرق انسٹی ٹیوٹ Instituto Per L' Oriente سے ایک ماہنامہ مجلہ "مشرق جدید" Oriente Moderno کے نام سے شائع ہونا شروع ہوا تھا۔ اس مجلے کے اجراء کا مقصد یہ تھا کہ اطالیہ کے باشندوں کو دنیائے اسلام کی تہذیبی، سیاسی اور لسانی و ادبی کروٹوں سے روشناس کروایا جائے۔ ۱۹۳۲ء میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے اطالیہ کا دورہ کیا تو اس مجلے کے ذریعے اطالوی زبان میں پہلی بار اقبال کی فکر اور شاعری کو موضوع بحث بنایا گیا۔ یاد رہے کہ اس وقت یورپ میں ہندوستان کے صرف ایک شاعر ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کی آواز گونج رہی تھی۔ یہ مجلہ "مشرق جدید" کی معرفت ڈاکٹر اقبال کی فکر اور فلسفے کے ساتھ ساتھ پہلی بار اردو زبان بطور میڈیا کے زیر بحث آئی۔

علامہ اقبال کے دورۂ اطالیہ کی یادگار دو نظمیں بہت مشہور ہیں خصوصاً مسولینی سے ملاقات سے متعلق نظم اور "صقلیہ"۔

۱۹۳۳ء میں روم کے شہر میں مشرق وسطی و بعید کا اطالوی ادارہ Instituto Italiano Per IL Medio Ed Estremo Oriente قائم ہوا جس کا مخفف Ismeo ہے۔ اس ادارے نے اطالیہ کو ایشیا کے وسطی، مشرقی اور جنوبی ممالک سے تہذیبی تعلقات قائم کرنے میں مدد دی اور یوں صرف چند برسوں میں عالم گیر شہرت حاصل کر لی۔

اس ادارے کی کامیابی کا دوسرا فائدہ ہوا۔ خوشگوار تہذیبی تعلقات کے قیام کے ساتھ ساتھ دیگر مشرقی زبانوں خصوصاً اردو زبان و ادب کا چرچا ہوا۔ روم اور وینس میں کئی ایک ایسے انسٹی ٹیوٹ وجود میں آئے جو تا دیر محدود سطح پر ہی سہی اردو زبان و ادب کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اطالوی اردو گرامر اور لغت سے متعلق مندرجہ ذیل مصنفین کی کتب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱ P.Santarelli (Rome: 1954)

۲ A.E. Leva (Rome: 1958)

۳ O.Bartolini (Milan: 1959)

۱۹۳۳ء میں قائم ہونے والے اس ادارے کے اولین صدر مشہور اطالوی فلاسفر گیوانی جنتیلے

Giovanni Gentile تھے۔ ۱۹۴۸ء تا ۶۸-۱۹۷۶ء اور مشہور اطالوی مستشرق
اور ماہر آثار قدیمہ پروفیسر جوسپی توچی Giuseppe Tucci[1] اس ادارے کے
صدر نشین رہے۔ اس ادارے کی حیثیت نیم سرکاری ہے لیکن بموجب حکم نامہ نشان ۱۰۴۴ مجریہ
۲۰ جولائی ۱۹۷۴ء اس کے نصاب کو مقابلے کے امتحانوں کے لیے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

ISMEO کی سرگرمیوں میں مشرقی زبانوں اور تہذیبوں کے نصاب، تعلیم، تہذیبی تبادلے،
آثار قدیمہ کی چھان پھٹک، سائنسی مشن، ایشیائی ممالک کے لیے خصوصی براڈکاسٹنگ، اشاعتی پروگرام،
ایشیائی فنون لطیفہ کی نمائشیں، اطالوی ایشیائی دوستی کی انجمنوں کی امداد اور مشرق وسطیٰ و مشرق بعید
میں اطالوی تہذیب کے مراکز کا قیام شامل ہے۔ علاقہ سوات (پاکستان) میں گندھارا آرٹ سے
متعلق آثار قدیمہ کی دریافتیں اسی ادارے کے بھیجے ہوئے ماہرین کی مساعی کا حاصل ہیں۔ مظفر علی سید
صاحب کے مطابق پروفیسر جوسپی توچی سے اُن کی ملاقات (۵۳-۱۹۵۲ء) سوات میں ہی ہوئی تھی۔
ISMEO میں فارسی، چینی، جاپانی، ہندی، بنگالی اور انڈونیشی زبانوں کے ساتھ ساتھ
اردو زبان و ادب کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ان میں سے عموماً ہر زبان کے کورس کی مدت تین سال کی ہے
لیکن بعض زبانوں میں دو سال کے اضافی اعلیٰ نصاب کی تعلیم کا بندوبست بھی کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ
زبان و ادبیات کے ساتھ ساتھ اس ادارے میں متعلقہ ملک اور علاقے کی تاریخ، مذاہب، فنون لطیفہ
اور معاشرت کے بارے میں بھی معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔

شعبہ اردو میں پروفیسر ضیاء احمد کی مساعی قابل داد ہے۔ پاکستان کے نامور مصنف، ادیب اور
ڈراما نگار اشفاق احمد اس ادارے کے نشریاتی سیل سے منسلک رہے ہیں۔ اس زمانے کو یاد کرتے
ہوئے اشفاق احمد لکھتے ہیں،

> "یونی ورسٹی کا سالانہ ڈنر تھا۔ پادسانی، فیراگوتی، دی میترو اور میں ایک کونے میں اپنی
> مخصوص گپیں اڑا رہے تھے کہ ٹیلی وژن کیمرے کی ٹرالی ہماری طرف بڑھی۔ ہم سب نے
> اپنی اپنی ٹائیاں درست کیں، کالر وغیرہ کے کان سیدھے کیے اور ایک دوسرے کو مسکرا کر

---

[1] اطالوی زبان میں "T" کی آواز اردو زبان میں "ت" سے ملتی جلتی ہے۔

دیکھنے لگے۔ جونہی کیمرے کا گوشۂ چشم ہماری طرف منعطف ہوا۔ میں نے جھٹ سے اپنی قراقلی گود سے اٹھا کر سر پر رکھ لی۔ کومنٹری دینے والے نے یونیورسٹی کے مشاہیر رسومات سے میری بابت پوچھا اور مائیک پر اس کی گفتگو کا سلسلہ پاکستان سے ٹوکی چوئی، بنگال کے شیر کپلنگ کے کم اور زمزمہ سے جا ملا۔ فیراکوتی نے اپنی مرغوب فارسی ترکیب استعمال کرتے ہوئے بادسانی سے کہا۔ "یہ پدر سوختہ بڑا اچھا لاک ہے۔"

بادسانی نے ٹوٹیاں طوطے کی طرح سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ "دراں چہ شک!"
اور میں نے بات کا رخ جلدی سے دی پیترو کی طرف پھیر دیا۔ ابھی ہم اس نازک مرحلے پہنچنے بھی نہ پائے تھے جس سے دی پیترو چڑتا تھا کہ ہماری میزبان یونیورسٹی کے ریکٹر صاحب آ گئے۔ ہمیں اپنی بات ادھوری چھوڑ کر اٹھنا پڑا۔ ریکٹر صاحب نے ہمیں ہاتھ کے اشارے سے اور فیراکوتی کو بازوؤں سے پکڑ کر بٹھاتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "ذرا میرے ساتھ چلیے ستانالی کا نوابی خاندان آپ سے ملنے کا متمنی ہے۔" میرے بھاگ جاگ اٹھے۔ قراقلی کو پھونک مار کر اور ٹائی کی گرہ ایک مرتبہ پھر جھاڑ کر میں نے کہا۔ "چلیے!"

بادسانی نے آہستہ سے کہا۔ "بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش۔"

فیراکوتی بولا۔ "پدر سوختہ۔"

اور میں ریکٹر صاحب کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

اطلس و کمخواب منڈھی کرسیوں پر ایک دائرے میں نوابی خاندان فروکش تھا۔ وسطی کرسی پر پچاس پچپن برس کی ایک بڑھیا جلوہ افروز تھیں۔ ان کے سر پر سرخ مخمل کی ٹوپی بائیں کان اور کنپٹی کو اپنی لٹک میں چھپائے تھی اور ناک کی خمیدہ چونچ اوپر کا ہونٹ چھو رہی تھی۔ اطلس و کمخواب اور سنہرے گوٹے سے سجی ہوئی آبنوسی کرسی میں نواب بیگم کرک لیگ بارن کی طرح بیٹھی تھیں اور ان کے سگریٹ سے وابستہ راکھ کی لمبی سنولائی ہوئی کونپل گرنے ہی والی تھی۔ ریکٹر صاحب نے ذرا سے ایک طرف ہو کر ہاتھ کے ایک لطیف اشارے سے کہا۔ "شتوا ایچے لیفا بارونیتا ستانالی۔"

میں نے ایڑیاں ملائیں، پنجے جوڑے۔ بایاں ہاتھ پہلو سے لگا کر نوّے درجے کا زاویہ بنایا۔ بڑی کوشش سے آواز میں جگنو بھر کر "اونوراتو!" کہا اور نواب بیگم کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر پشت دست سے کوئی ایک انچ اوپر لبوں کی ہوا سے چٹکی بجائی اور پھر سیدھا کھڑا ہوگیا۔

ریکٹر صاحب نے ہاتھ سے پھر ویسا ہی اشارہ کیا" کیا ریتّا سیفوریتا مارٹیا ستاتالی!"

میں پھر جھکا اور اب کے میرے ہونٹ پشت دست سے کوئی آدھ انچ اوپر سے اشارہ ہوا میں پھر لہرایا" کیا ریتّا سیفورنا آنا۔"

جب کیا ریتّا آنا کے ہاتھ سے میرے لب چھوئے تو کیا ریتّا سیفورنیا مارٹیا نے گوشۂ چشم سے دیکھا۔

ریکٹر صاحب نے کہا "سوا اُچّے لیشا بارونے ستاتالی!"

اب کے میرے جسم نے کچھ ایسا خم کھایا اور میں نے ہاتھ کو ایک ہلکا سا جھٹکا دے کر "اونوراتو" کہا اور مسکرانے کی کوشش کی۔

ریکٹر صاحب نے کہا "مایسترو ستاتالی۔"

اب گویا میں خم ٹھونک کے کھڑا ہوگیا اور گرمجوشی سے ہاتھ ملا کر کہا "آں شانتے"

اتنے میں نواب بیگم کے سگریٹ کی راکھ ان کے سکرٹ پر گر گئی اور سب اپنے اپنے رومال نکال کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے اپنا رومال جیب سے نکالا اس لیے مناسب نہ سمجھا کر وہ جگہ جگہ سے چیکا ہوا تھا۔

ریکٹر صاحب، مجھے بٹھا کر اور معذرت طلب کر کے چلے گئے۔ باتیں شروع ہوئیں اور بارونیسا ستاتالی نے بڑے مربیانہ انداز میں پوچھا "کیا ریتّو پروفیسر نے وطن چھوڑے کتنی مدت ہوئی ہے؟"

"کوئی ڈیڑھ سال۔" میں نے جی ہی جی میں ہاتھ باندھتے ہوئے عرض کی۔

"روما پسند آیا؟" حضور بارونے نے پوچھا۔

"جی بہت۔"

"کب تک اور ٹھہرنے کا ارادہ ہے؟"

"حضور دانے دانے پہ مہر ہوتی ہے" میں نے خالص مشرقی انداز میں کہا۔

"دیکھا اتی!" کیا ریتا سینورینیا ماریا نے کہا "مشرق کے لوگ بڑے خدا پرست ہوتے ہیں اور ہر چیز منجانب اللہ تصور کرتے ہیں"

"مگر یہ دانے دانے پہ مہر کا کیا مطلب؟" سینور بالدو نے پوچھا۔

"حضور" میں نے سر جھکا کر جواب دیا۔ "اناج کا ہر وہ دانہ جو ہم کھاتے ہیں۔ ہمارے نام اور پتہ کا حامل ہوتا ہے۔ ہم نہ اس سے زیادہ کھا سکتے ہیں نہ کم"

(افسانہ/سفرنامہ "ایل دیرا" سے اقتباس)[1]

اطالیہ کے دو بڑے شہروں میلان اور تیوران میں اردو کی تعلیم کا انتظام بھی ISMEO کی سرپرستی میں کیا گیا تھا۔ ۱۹۵۶ء میں میلان کے شعبہ اردو کے پہلے پروفیسری کا عہدہ بھی قائم کیا گیا جو ۱۹۶۳ء تک رہا۔ اس مدت میں اطالوی پروفیسر اوسوالدو بارتولینی Osvaldo Bartolini پروفیسر کنیز جعفری اور پروفیسر نقوی اردو پڑھاتے رہے۔ اسی طرح تیوران شاخ میں بھی ۱۹۶۷ء تک اردو زبان و ادب کا شعبہ کام کرتا رہا ہے۔

میلان کے اطالوی پروفیسر اوسوالدو بارتولینی نے ۱۹۶۳ء کے لگ بھگ پاکستان کا دورہ بھی کیا تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کے مطابق پروفیسر بارتولینی اس وقت تک اطالوی زبان میں اردو زبان و ادب سے متعلق دو کتابیں شائع کروا چکے تھے۔

(۲)

اطالیہ سے ۱۹۴۱ء میں پروفیسر ورجینیا واکا Verginia Vacca کی مشہورِ زمانہ

---

[1] مشمولہ "اجلے پھول" از اشفاق احمد، مطبوعہ غالب پبلشرز، لاہور، طبع دوم ۱۹۸۳ء

تصنیف "مسلم ہندوستان" L" India Musulmana شائع ہوئی تھی۔ اطالوی خاتون پروفیسر کی یہ کتاب مشرقی تہذیب کے طالب العلموں کے لیے زبردست اہمیت کی حامل ہے۔

۱۹۵۲ء میں پروفیسر ڈاکٹر الگزینڈر بوسانی نے ڈاکٹر علامہ اقبال کی تصنیف "جاوید نامہ" کا اطالوی زبان میں ترجمہ کیا۔ ۱۹۵۳ء میں پروفیسر ڈاکٹر الگزینڈر بوسانی، جاپانی پروفیسر پارے حا[1] M. PAREJA اور جرمن پروفیسر ایل۔ ہرٹلنگ L.Hertlinge کی مرتب کردہ اردو ادب کی مختصر تاریخ روم سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں ضمیمے کے طور پر اردو کی چند نظموں کے تراجم بھی شامل ہیں۔

اسی زمانے میں پروفیسر بوسانی نے اقبال کی تصانیف "بانگ درا"، "زبور عجم" "بال جبریل" "ضرب کلیم" اور "ارمغانِ حجاز" سے منتخب کردہ نظموں کے تراجم پر مشتمل ایک انتخاب بھی روم سے شائع کی۔

۱۹۵۵ء میں پروفیسر بوسانی کے دو مضامین "اقبال کی فلسفیانہ شاعری میں ابلیس" اور "انجمن ترقی اردو کراچی کی تاریخ اور کارگزاری" اطالوی زبان میں شائع ہوئے۔

۱۹۵۸ء میں پروفیسر بوسانی کی تصنیف "پاکستانی ادب کی تاریخ" Storia Delle Litterature Del Pakistan میلان سے شائع ہوئی۔ اسی سال پروفیسر بوسانی کا مرزا غالب کے فن پر معرکہ آرا مضمون (۲۸ صفحات) جرمن مجلہ Der Islam کے شمارہ ۳۳ میں شائع ہوا[2]۔

ڈاکٹر ویتو سالیرنو Dr. Vito Salierno نے سال ۱۹۵۹ء اور ۱۹۶۰ء میں پاکستان کی تاریخ پر میلان یونیورسٹی میں دو یادگار لیکچر دیے جو بعد میں فلورنس (اطالیہ) سے شائع ہوئے۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر ویتو سالیرنو پاکستان میں اطالیہ کے کلچرل اتاشی رہے ہیں، انہوں نے ۱۹۶۲ء میں منتخب اردو منظومات کا اطالوی زبان میں ترجمہ کر کے انتخاب کی صورت میں پیش کیا۔

---

[1] جاپانی زبان میں "J" کی آواز اردو حرف "ح" سے ملتی جلتی ہے۔

[2] تفصیلات کے لیے دیکھیے مضمون "یورپ میں غالب کا مطالعہ" از ڈاکٹر آغا افتخار حسین مطبوعہ افکار کراچی غالب نمبر ۱۹۶۹ء

اس مجموعے میں غزلیں، نظمیں، مثنویاں، مرثیے، قصیدے، رباعیات اور ہجویات شامل ہیں۔ ۱۹۶۶ء میں ڈاکٹر دیتوسالیئرز نے پروفیسر احمد علی کے افسانے "موت سے پہلے" اور سعادت حسن منٹو کے افسانے "نیا قانون" کے تراجم بھی کیے۔

اورینٹل یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ نیپلز سے متعلق تورینیو (سسلی) کے سویڈش زبان و ادب کے پروفیسر ہنری کوگیرف نے پاکستانی شاعر محمد اظہار الحق کی اردو غزلوں کا ایک تاثر مصور کیا ہے۔ پروفیسر ہنری کوگیرف کی یہ خصوصی عطا محمد اظہار الحق کی غزلیات کے مجموعے "دیوارِ آب" کا سرورق ہے۔

حال ہی میں ویٹیکن سٹی سے کیتھولک بائبل کا اردو ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اس ترجمے میں سینٹ جیروم کے اطالوی ترجمے کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اطالوی کیتھولک چرچ کے لیے یہ ترجمہ سانگھڑ سندھ (پاکستان) کے ریونڈ آزاد نے کیا ہے۔

یاد رہے کہ ویٹیکن سٹی کے دو قدیم کتب خانوں اسکوریال Escurial لائبریری اور ویٹیکن لائبریری کو اردو مخطوطات اور مسودات کے سلسلے میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ ٹیپو سلطان کے شاہی کتب خانے اور شاہانِ اودھ کے کتب خانوں کی بیشتر کتب انہی دونوں لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ واضح رہے کہ مشہور فرانسیسی مستشرق گارسیں دتاسی نے جب پہلے پہل ولی کا دیوان شائع کیا تھا تو اس کے اولین مسودات دتاسی کو اسکوریال لائبریری سے ہی دستیاب ہوئے تھے۔

ماخذ:

۱۔ "پاکستانی ادب کی تاریخ"، از ڈاکٹر الگزینڈر بوسانی، مطبوعہ: میلان (اطالیہ) ۱۹۵۸ء

۲۔ "مقالاتِ گارساں دتاسی"، ترجمہ: عزیز احمد، اختر حسین رائے پوری، ڈاکٹر یوسف حسین خاں۔ مرتب: ڈاکٹر حمید اللہ، مطبوعہ: انجمن ترقی اردو

کراچی، طبع دوم ۱۹۷۷ء

۳- مضمون "یورپ میں غالب کا مطالعہ"، از ڈاکٹر آغا افتخار حسین، مطبوعہ: افکار، کراچی غالب نمبر ۱۹۶۶ء

۴- مضمون "اٹلی میں اردو"، از ڈاکٹر افتخار حسین، مطبوعہ: افکار کراچی فروری ۱۹۶۷ء

۵- مضمون "نیپلز میں مشرقی علوم کا ادارہ"، از ڈاکٹر افتخار حسین، مطبوعہ: افکار کراچی مارچ ۱۹۶۷ء

۶- "ایل ویرا" (افسانہ/سفرنامہ) مشمولہ، "آبلے پھول"، مطبوعہ: غالب پبلشرز لاہور، طبع دوم: ۱۹۸۴ء